قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران:74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 15 مارچ 2021 | یکم شعبان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:63

ارشادِ باری تعالیٰ

وَ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا

(الاحزاب:4)

ترجمہ: اور اللہ ہی پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

یہ قرآنی فرمان اصل میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تسلی کا پیغام تھا کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم تو بھی بے فکر رہ اور اپنے صحابہؓ کو بھی تسلی کروادے کہ جیسے بھی حالات ہوں۔ ہو سکتا ہے وسیع پیمانے پر تجھے اور تیری جماعت کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، تمام قبائل جمع ہو کر تجھے اور تیری جماعت کو ختم کرنے کی کوشش کریں لیکن یہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کارساز رہا ہے، تجھے ہر مشکل اور ہر مصیبت سے نکالتا رہا ہے اور آئندہ بھی وہی کارساز ہے۔ جیسے مرضی حالات ہوں، دشمن کے جو بھی منصوبے ہوں، جیسے بھی منصوبے ہوں، دشمن کبھی بھی اسلام کو مٹانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پس آپ اسی پر ہمیشہ کی طرح توکل کرتے رہیں۔ یہ تسلّی خدا تعالیٰ نے اس لئے نہیں دی تھی کہ خدانخواستہ آپؐ خوفزدہ تھے یا توکّل میں کوئی کمی آ گئی تھی۔ بلکہ یہ صحابہ کے حوصلے بڑھانے کے لئے تھا کہ کسی کمزور دل میں بھی کبھی یہ خیال نہ آئے کہ ہم کمزور ہیں اور اتنی طاقتوں کے سامنے ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ دشمن پر بھی اظہار ہو جائے کہ ہم تمہارے سامنے جھکنے والے نہیں، ہم ہمیشہ کی طرح اس خدائے واحد پر ہی توکّل کرتے ہیں اور اس یقین سے پُر ہیں کہ وہ ہمیشہ کی طرح ہمارا مددگار ہو گا، ہماری مدد فرماتا رہے گا۔ اور دشمن ہمیشہ کی طرح ناکام و نامراد ہو گا۔ اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔

پس جیسا کہ میں نے کہا کہ آپؐ کو تو پہلے سے ہی خدا پر اس قدر یقین تھا اور توکّل تھا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ آپ ؐ نے تو توکّل کے اُس وقت بھی اعلیٰ معیار قائم کئے تھے جب آپؐ کے ساتھی کمزور تھے اور دشمن کے مقابلے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپؐ نے تو اس وقت بھی توکّل کے نمونے دکھائے جب آپ ؐ اکیلے تھے اور اکیلے ہی دوسرے شہروں میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔ آپؐ کو تو اس وقت بھی خدا تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا اور توکل اور یقین تھا کہ آخر کار جیت میری ہی ہونی ہے۔ اور آپؐ نے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یہی آواز بلند کی قُلۡ ھُوَ رَبِّیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ مَتَابِ(الرعد:31) کہ تو کہہ دے وہ میرا ربّ ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی پر مَیں توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میرا عاجزانہ جھکنا ہے۔ پس یہ آپؐ کے توکّل کی قرآنی گواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ اعلان کرنے کے لئے کہہ رہا ہے کہ مَیں جو تیرے دل کا بھی حال جانتا ہوں، مَیں یہ کہتا ہوں کہ اعلان کر دے کہ تو نے ہمیشہ مجھ پر توکّل کیا ہے۔ پھر پہلی کتابوں میں بھی آپ کی اعلیٰ صفات کا ذکر ملتا ہے جن میں توکّل کی صفت بھی ہے۔

(خطبہ جمعہ 8/ اپریل 2005ء بحوالہ الاسلام)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- اُمُّ الکتاب
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگی مہم پر گئے۔ جب حضور ﷺ صحابہؓ کے ساتھ واپس آ رہے تھے تو دوپہر کا وقت ہوا اور قافلہ ایک وادی میں پہنچا جہاں بہت سے درختوں کے جھنڈ تھے۔ تو آپ ؐ نے بھی وہاں پڑاؤ ڈالا۔ اور مختلف لوگ مختلف جگہوں پر بکھر گئے۔ سائے میں بیٹھ گئے یا لیٹ گئے آرام کرنے لگے۔ آپؐ نے بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پہ لٹکا دی۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ کو کسی دیہاتی نے جگایا۔ اور اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپؐ نے صحابہؓ کو آواز دے کر یہ سارا واقعہ سنایا کہ دیکھو میں سویا ہوا تھا یہ دیہاتی آیا اور اس نے مجھے جگا کر کہا کہ بتاؤ مجھ سے تمہیں کون بچائے گا۔ تو میں نے تین بار کہا اللہ، اللہ، اللہ۔ اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب تلوار گر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ اس پر وہ بہت گھبرایا اور معافیاں مانگنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے جواب دیا میں یہ نہیں مانتا لیکن میں آپؐ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ آپؐ سے کبھی نہیں لڑوں گا اور نہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گا جو آپؐ سے لڑتے ہیں۔ خیر آپؐ نے اس کو معاف کر دیا۔ اور جب وہ اپنے لوگوں میں واپس گیا تو اس نے جا کے اعلان کیا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دنیا میں سب سے بہتر ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مغازیہ ﷺ، غزوۃ ذات الرقاع)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

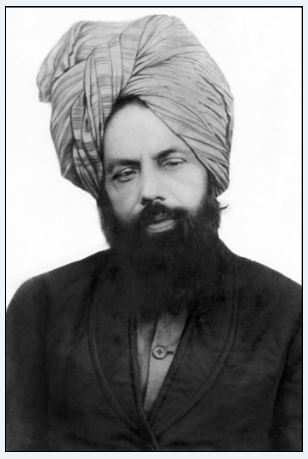

توکل علی اللہ

’’واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ، اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروانہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہو گا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا، اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد اول صفحہ 111، 112)

دربارِ خلافت

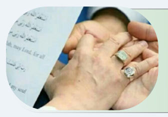

اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور یہی ایک تعلیم ہے جو بڑے واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ اسلام میں جبر نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ: ’’اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور جہاں تک انسان کے لئے ممکن ہے تدبّر سے پڑھایا سنا جائے تو اس قدر وسعت معلومات کے بعد قطعی یقین کے ساتھ معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبراً پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابل شرم الزام ہے۔ اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصب سے الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر مَیں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں پر مطلع ہو جائیں گے۔ کیا اُس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرۃ:257) یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم اس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جس نے مکہ معظمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گزر گئی اور دین اسلام کے مٹا دینے کے لئے تمام قوموں نے کوشش کی تو اس وقت غیرت الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے‘‘۔ (اگر جبر میں ہو تو دل سے سچائی نہیں دکھائی جا سکتی، وفا کا تعلق نہیں ظاہر کیا جا سکتا) فرمایا ’’لیکن ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی وفاداری ایک ایسا امر ہے کہ اس کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں‘‘۔ (مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 11-12)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں‘‘۔ یعنی تین قسم کی لڑائیاں ہیں جب اسلام میں سختی ہوئی یا سختی کرنے کی اجازت ہے۔ ’’دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود مختیاری۔‘‘ (اگر تم پر کوئی حملہ کرے تو اس وقت اپنی حفاظت اور دفاع کرنے کے لئے ہتھیار اٹھایا جا سکتا ہے)۔ ’’بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون‘‘۔ (اس وقت جب کسی کو سزا دینی ہو اور دوسروں نے حملہ کیا ہے خون بہایا ہے تو بہر حال سزا کے طور پر چاہے وہ جنگ ہے یا عام حالات ہیں اس وقت ہتھیار استعمال کیا گیا ہے یا سزا دی گئی ہے یا قتل کیا گیا ہے) اور نمبر تین ’’بطور آزادی قائم کرنے کے۔ یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے‘‘۔

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 12)

اب وہ دشمن لوگ جو اس بات پر قتل کرتے تھے کہ تم مسلمان کیوں ہو گئے؟ تم نے مذہب بدل لیا اس لئے مسلمان ہونے کی وجہ سے تمہیں قتل کرتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اس لئے ان کے خلاف بھی تلوار اٹھائی جا سکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ان تین وجوہات کے علاوہ کوئی وجہ نہیں جہاں تلوار اٹھائی جائے یا سختی کی جائے۔ فرمایا کہ

’’قرآن میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار مت اٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو۔ اور یہ مت خیال کرو کہ ابتدا میں اسلام میں تلوار کا حکم ہوا کیونکہ وہ تلوار دین کو پھیلانے کے لئے نہیں کھینچی گئی تھی بلکہ دشمنوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور یا امن قائم کرنے کے لئے کھینچی گئی تھی۔ مگر دین کے لئے جبر کرنا کبھی مقصد نہ تھا۔‘‘

(ستارہ قیصرہ۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 120-121)

فرمایا: ’’جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے بقیہ صفحہ 10 پر

اُمُّ الکتاب

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

سوچو دعاء فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار

دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی

پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے در بے نیاز میں

اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے

یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مہر اِلٰہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے

پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

(اعجاز المسیح ٹائیٹل پیج صفحہ 2 مطبوعہ 20 فروری 1901ء)

آج کی دعا

یَا کٰھٰیٰعٓصٓ اِغۡفِرۡلِیۡ (کنزالعمال حدیث نمبر 5057)

ترجمہ: اے کٰھٰیٰعٓصٓ! اے کافی وہادی خدا، اے عالم و صادق خدا مجھے معاف فرما دے۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مصیبت و پریشانی کے وقت کی دعا ہے۔

پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جنوری 2021ء کو عظیم خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کی مبارک سیرت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

پھر حضرت مصلح موعودؓ حضرت علیؓ کے بارے میں ایک جگہ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’حضرت علیؓ کو جب کوئی بڑی مصیبت پیش آتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یَا کٰھٰیٰعٓصٓ اِغۡفِرۡلِیۡ۔ یعنی اے کٰھٰیٰعٓصٓ! مجھے معاف فرما دے۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 17)

اُمّ ہانی کی ایک روایت کے مطابق ان مقطعات کے یہ معنی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاف قائم مقام صفت کافی کا ہے، ہاء قائم مقام صفت ہادی کی ہے اور عین قائم مقام صفت عالم یا علیم کی ہے اور ص قائم مقام صفت صادق کی ہے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 17)

یعنی (حضرت علیؓ) اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! تُو کافی ہے۔ تُو ہادی ہے۔ تُو علیم ہے اور تُو سچا ہے، صادق ہے۔ تیری تمام صفات کا واسطہ ہے کہ مجھے بخش دے۔

(خطبہ جمعہ 15 جنوری 2021ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 12؍ مارچ 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت زید بن ثابت انصاری نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا کہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اگر آپؓ پسند فرمائیں تو ہم دوسری مرتبہ اللہ کے انصار بننے کو تیار ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں! قتال ہر گز نہیں کرنا

چار مرحومین مولوی محمد ادریس تیرو صاحب مبلغ سلسلہ آئیوری کوسٹ، مکرمہ امینہ نائیگا کارے صاحبہ اہلیہ محمد علی کارے صاحب امیر ومشنری انچارج یوگنڈا، مکرم نوحی قزق صاحب آف سیریا اور مکرمہ فرحت نسیم صاحبہ ربوہ اہلیہ مکرم محمد ابراہیم صاحب حنیف کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 12؍ مارچ 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم عطاء النور ہادی صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عثمانؓ کا ذکر چل رہا ہے۔ آپؓ کی وفات سے تقریباً ایک برس پہلے جب فتنہ پردازوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا تب حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حج سے واپسی پر حضرت امیر معاویہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ آئے اور عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ شام چلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یکدم کسی قسم کا فساد اٹھے اور اس وقت کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ مَیں رسول کریم ﷺ کی ہمسائیگی نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مَیں شامی فوج کا ایک دستہ آپ کی حفاظت کے لیے بھیج دیتا ہوں لیکن آپؓ نے فرمایا کہ مَیں عثمان کی جان کی حفاظت کے لیے بیت المال پر اس قدر بوجھ نہیں ڈال سکتا۔ حضرت معاویہ نے تیسری تجویز دی کہ صحابہ کی موجودگی میں لوگوں کو جرأت ہے کہ اگر عثمان نہ رہے تو ان میں سے کسی کو آگے کھڑا کر دیں گے۔ ان لوگوں کو مختلف ملکوں میں پھیلا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول کریم ﷺ نے جمع کیا ہے مَیں ان کو پراگندہ کر دوں۔ اس پر امیر معاویہ رو پڑے اور عرض کی کہ اتنا تو کیجیے کہ اعلان کر دیں کہ اگر میری جان کو کوئی نقصان پہنچا تو معاویہ کو میرے قصاص کا حق ہو گا۔ شاید لوگ خوف کھا کر شرارت سے باز رہیں۔ آپؓ نے فرمایا معاویہ! جو ہونا ہے ہو کر رہے گا مَیں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کی طبیعت سخت ہے ایسا نہ ہو کہ آپ مسلمانوں پر سختی کریں۔ یہ سن کر معاویہ روتے ہوئے اٹھے اور کہا شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔

حضرت عثمانؓ نے محاصرین کو جھانک کر فرمایا کہ اے میری قوم! مجھے قتل نہ کرو کیونکہ مَیں حاکمِ وقت اور تمہارا مسلمان بھائی ہوں۔ یاد رکھو! اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تم لوگ کبھی بھی اکٹھے نماز نہ پڑھ سکو گے اور نہ ہی کبھی اکٹھے جہاد کر سکو گے۔ جب محاصرین پر آپؓ کی تلقین کا اثر نہ ہوا تو آپؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! تُو انہیں اچھی طرح گِن لے اور ان سب کو چُن چُن کر ہلاک کر۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس فتنے میں جس جس نے بھی حصّہ لیا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سلام کو پیغام دے کر بلوایا انہوں نے حضرت عثمانؓ سے فتنے کے متعلق ان کی رائے پوچھی تو آپؓ نے فرمایا کہ لڑائی سے بچو یہ بات تمہارے حق میں بطور دلیل زیادہ مضبوط ہو گی۔ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا کہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اگر آپؓ پسند فرمائیں تو ہم دوسری مرتبہ اللہ کے انصار بننے کو تیار ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں! قتال ہر گز نہیں کرنا۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر کے دروازے پر حضرت عبداللہ بن زبیر کو نگران مقرر فرمایا ہوا تھا۔ انہیں بھی آپؓ نے یہی نصیحت فرمائی کہ کوئی آدمی میری خاطر اپنا خون نہ بہائے۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت عثمانؓ کے واقعۂ شہادت اور اس سے قبل کے فتنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ چونکہ باغیوں کو بظاہر غلبہ حاصل ہو چکا تھا چنانچہ انہوں نے آخری حیلے کے طور پر ایک شخص کو عثمانؓ کے پاس بھیجا کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ آپؓ نے اسے صاف اور واضح انکار کر دیا۔ اس نے واپس آ کر نہایت گھبراہٹ سے اپنے لوگوں کو کہا کہ مسلمانوں کی گرفت سے عثمان کو قتل کرنے کے سوائے ہم بچ نہیں سکتے لیکن اس کا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ جب فسادی حضرت عثمانؓ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے ان فتنہ پردازوں کو اس ظلم سے باز رکھنے کے لیے بڑی پُر درد نصائح کرنے کے بعد فرمایا کہ یاد رکھو! اس وقت مدینے کے محافظ ملائکہ ہیں اگر تم عثمان کو قتل کر دو گے تو ملائکہ مدینے کو چھوڑ جائیں گے۔ ان ظالموں نے اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے آپ کو یہودن کا بیٹا ہونے کا طعنہ دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ان ظالموں کو یہ بھول گیا کہ انہیں ورغلانے والا ان کا لیڈر عبداللہ بن سبا بھی یہودن کا بیٹا بلکہ خود یہودی تھا اور صرف ظاہر میں اسلام کا اظہار کر رہا تھا۔ جب فسادیوں نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کے دروازے پر کچھ نہ کچھ لوگ موجود رہتے ہیں تو ان میں سے چند لوگ ایک ہمسائے کی دیوار پھاند کر آپؓ کے کمرے میں گھس گئے۔ اس وقت حضرت عثمانؓ قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ سب سے پہلے محمد بن ابی بکر نے عثمانؓ کی داڑھی پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر اتنا فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ اس وقت ہوتا تو تُو کبھی ایسا نہ کرتا۔ آپؓ کا اتنا فرمانا تھا کہ محمد بن ابی بکر شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گئے۔ ایک دوسرے شخص نے لوہے کی سیخ حضرت عثمانؓ کے سر پر ماری پھر آپؓ کے سامنے جو قرآن کریم تھا اسے لات مار کر پھینک دیا۔ قرآن کریم لڑھک کر آپؓ کے پاس آ گیا اور خون کے قطرات اس پر آ گرے۔ جس آیت پر آپ کا خون گرا وہ ایک زبردست پیش گوئی فَسَیَکۡفِیۡکَھُمُ اللّٰہُ ۚ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ تھی یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان سے تیرا بدلہ لے گا۔ پھر سودان نامی شخص نے تلوار کا وار کیا جس سے آپؓ کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس پر آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے قرآن کریم لکھا تھا۔ جب اس نے دوسرا وار کیا تو آپؓ کی زوجہ نائلہ درمیان میں آ گئیں؛ تلوار کا وار ہاتھوں پر روکنے سے ان کی بھی انگلیاں کٹ گئیں۔ تیسرے وار سے جب اس ظالم نے عثمانؓ کو بالکل نڈھال اور بے ہوش کر دیا تو آپؓ کا گلا دبانے لگا یہاں تک کہ آپؓ کی روح جسمِ خاکی سے عالَمِ بالا کو پرواز کر گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کوئی نیک مدعا لے کر کھڑے نہیں ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض عبداللہ بن سبا یہودی کے فریب خوردہ عجیب و غریب اسلام مخالف تعلیموں کے دل دادہ تھے، کچھ حد سے بڑھی ہوئی سوشلزم بلکہ بالشویزم کے فریفتہ تھے۔ کچھ سزا یافتہ مجرم، لٹیرے اور ڈاکو تھے۔ جب حضرت عثمانؓ تڑپ رہے تھے تو قاتل ان کی بیوی کے جسم کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے تھے۔ پھر اس سے بدتر انہوں نے کام کیا یعنی حضرت عائشہؓ کے متعلق باتیں کیں انہیں بے پردہ کیا اور دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو نوجوان ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ کاش مَیں اس وقت ہوتا تو ان لوگوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ اسی رنگ میں آئے ہیں جس رنگ میں دوسرے انبیاء مبعوث ہوئے تھے اور آپؑ کے بعد اسی رنگ میں سلسلۂ خلافت شروع ہوا جس طرح پہلے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوا تھا۔ خلافت کا سلسلہ ایک عظیم الشان سلسلہ ہے۔ اگر دس ہزار نسلیں بھی اس کے قیام کے لیے قربان کر دی جائیں تو کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جب مَیں حضرت عثمانؓ پر پڑنے والی مصیبتوں پر نظر کرتا ہوں اور دوسری طرف اس نور اور روحانیت کو دیکھتا ہوں جو رسول کریم ﷺ نے آ کر ان میں پیدا کیا تو مَیں کہتا ہوں کہ اگر دنیا میں میری دس ہزار نسلیں پیدا ہونے والی ہوتیں اور وہ ساری کی ساری ایک ساتھ قربان کر دی جاتیں تا وہ فتنہ ٹل سکتا تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ جُوں دے کر ہاتھی خریدنے کا سودا ہے۔

حضرت عثمانؓ 17؍ یا 18؍ یا ایک دوسری روایت کے مطابق 12؍ ذوالحجہ 35؍ ہجری کو جمعے کے دن بیاسی برس کی عمر میں شہید کیے گئے۔ ایک اَور روایت میں بوقتِ شہادت آپؓ کی عمر 75 سال بیان ہوئی ہے۔ شہادت کے وقت آپؓ روزے سے تھے۔ مفسدین اور باغیوں نے تین دن تک آپؓ کی تدفین نہیں ہونے دی بالآخر حضرت علیؓ کی مداخلت سے تدفین کی اجازت ملی۔ جب مفسدین نے یہ بات سنی تو وہ پتھر لے کر راستے میں بیٹھ گئے اور جب حضرت عثمانؓ کا جنازہ باہر آیا تو ان لوگوں نے آپؓ کی چارپائی پر پتھر مارے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین میں چار یا ایک اور روایت کے مطابق سولہ افراد نے شرکت کی۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کا ابھی تھوڑا سا ذکر رہ گیا ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

خطبے کے آخر میں حضورِ انور نے درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

1۔ مولوی محمد ادریس تیرو صاحب مبلغِ سلسلہ آئیوری کوسٹ جو 27، 28 فروری کی درمیانی شب وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نہایت دعاگو، عبادت گزار، سخی دل، فدائی احمدی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ماہر مبلغ و مناظر اور علمی شخصیت کے مالک تھے۔

2۔ مکرمہ امینہ نائیگا کارے صاحبہ اہلیہ محمد علی کارے صاحب امیر و مشنری انچارج یوگنڈا جو 20؍ فروری کو وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ بڑی بہادر، اخلاص و وفا رکھنے والی صوم وصلوٰۃ کی پابند اور دوسروں کے لیے نمونہ رکھنے والی شخصیت تھیں۔

3۔ مکرم نوحی قزق صاحب آف سیریا جو 10؍ دسمبر کو اڑتالیس سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

4۔ مکرمہ فرحت نسیم صاحبہ ربوہ اہلیہ مکرم محمد ابراہیم صاحب حنیف۔ 26؍ دسمبر کو 86 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لیے دعا کی۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19؍ فروری 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

''علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا''

پیشگوئی مصلح موعود کے ایک پہلو ''علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تحریرات، تقاریر وغیرہ کے حوالے سے مختصر بیان

پاکستان میں احمدیوں کے لیے خصوصی دعاؤں کی تحریک

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

20؍فروری کا دن جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس تعلق میں آج میں کچھ کہوں گا۔ کل 20؍ فروری ہے۔ یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے۔ مختلف خصوصیات اس میں بیان ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود بیٹے سے متعلق ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بتائیں۔ آج میں اس میں سے ایک پہلو کہ وہ ''علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تحریرات، تقاریر وغیرہ کے حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔ اس میں کچھ حد تک اس پیشگوئی کا ایک پہلو کہ ''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا'' اس کا بھی اظہار ہو جاتا ہے۔

(ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

ظاہری و باطنی علوم جو خدا تعالیٰ نے آپ کو باوجود دنیاوی تعلیم کی کمی کے عطا کیے کیونکہ آپ کی تعلیم بنیادی طور پر صرف پرائمری کی تعلیم ہی تھی اور جن کو آپؓ نے مختلف موقعوں پر بیان فرمایا وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ بلکہ ان کا تعارف بھی ایک خطبہ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ یہ تعارف بھی ایک سلسلہ خطبات کا متقاضی ہے۔ پس یہ تو ممکن نہیں کہ میں سب کچھ بیان کروں لیکن میں نے سوچا کہ تعارف کی خاطر اور ایک جھلک دکھانے کے لیے آپؓ کے جو بعض مضامین، تقاریر ہیں ان کا ایک جائزہ، مختصر تعارف پیش کروں۔ یا ان مضامین کے بعض نکات خلاصۃً پیش کروں تا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و معرفت اور تبحر کی ہلکی سی جھلک سامنے آ جائے۔

یہ مضامین، تقاریر، تحریرات اللہ تعالیٰ کی توحید، ملائکہ کی حقیقت، نبیوں کے مقام و مرتبہ، حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور دوسرے روحانی امور اور اسی طرح مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی رہنمائی، اسلام کا اقتصادی اور مالی نظام، اسلام کی تاریخ۔ اس وقت کے، آپ کے زمانے کے بعض مسائل جو اس عصر کے، وقت کے، دَور کے تھے جن میں سے بعض آج بھی اسی طرح قائم ہیں اور آپؓ کے خیالات کو پڑھ کر، اس وقت کے خیالات کو پڑھ کر ان کا حل بھی آج سامنے آ جاتا ہے اور بے شمار عنوان ہیں جن پر آپؓ کے یہ سب خطابات اور تحریرات مشتمل ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان سب کا صرف تعارف بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بعض کا تعارف بیان کروں گا اور یہ بھی میں نے اس وقت کے لیے ہیں جب آپؓ نے جوانی میں قدم رکھا تھا۔ سولہ سترہ سال کی عمر کا نوجوان جس کی دنیاوی تعلیم یا دینی تعلیم بھی باقاعدہ کوئی نہیں تھی وہ ایسے ایسے نکات بیان کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ توحید کے موضوع پر سترہ سال کی عمر میں آپؓ نے جلسہ میں ایک ایسی تقریر کی جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بالکل نئے نکات نکالے ہیں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 40)

بہرحال آپؓ کی سولہ سترہ سال یا اٹھارہ سال کی عمر سے لے کر چونتیس پینتیس سال کی عمر تک جو کہ ابتدائی جوانی اور جوانی کی عمر ہے آپؓ کے علم و معرفت کے خزانوں کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں۔ اس عرصہ میں جو کچھ آپ نے فرمایا میں اس کا بیسواں حصہ بھی تعارف میں پیش نہیں کروں گا، نہیں کرسکوں گا بلکہ شاید اس سے بھی کم۔ اس کے بعد بھی آپ نے لمبی عمر پائی اور علم و عرفان کے موتی اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بکھیرتے چلے گئے۔

مارچ 1907ء میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 18 سال تھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان ''محبت الٰہی'' تحریر فرمایا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع بھی ہوا۔ اس مضمون سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی، چھوٹی عمر میں ہی علوم ظاہری و باطنی سے آپؓ کو پُر کرنا شروع کیا۔ آپؓ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لیے کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ دائمی زندگی کون سی ہے؟ اگلے جہان کی۔ محبت ہی کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے بچتا ہے اور درجات میں ترقی کرتا ہے اور محبت ہی خداشناسی کا موجب بنتی ہے۔ بدوں محبت انسان کو خدا تعالیٰ کی حقیقت اور حقیقی معرفت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ آپؓ نے فرمایا: پس ضروری ہوا کہ گناہوں سے بچنے کے لیے اور ترقی درجات کے لیے ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جائیں اور ہم ایک سورج کی طرح ہوں جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اس کے بعد آپؓ نے مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن اس کے بارے میں ہر مذہب کے تصورات جدا ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ ایسی تعلیم اور صفات والا خدا انسان کی عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ آپ نے اسلامی تعلیم پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام کا خدا ہی ہر قسم کی خوبیوں اور حسن کا جامع ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ انسان فقط اسی سے محبت کرے اور اسی کی عبادت کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ تو واضح ہے کہ خدا تو سب کا ایک ہی ہے لیکن جو خدا کا نظریہ دوسرے مذاہب پیش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں اسلام خدا کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہی حقیقی نظریہ ہے اور اسی سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کرکے ثابت کیا کہ کسی دوسرے مذہب میں خدا تعالیٰ کی اس قدر صفات بیان نہیں کی گئیں اور نہ اسلام کی بیان کردہ صفات میں کوئی دوسرا مذہب خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے شریک ہے۔ آخر پر آپ نے اسلام کے زندہ خدا کا یہ ثبوت پیش کیا کہ فقط اسلام کا خدا ہی وحی و الہام سے انسان کی آج بھی رہنمائی کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا اور یہی زندہ خدا کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ پھر آپ نے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ اب میں اپنے مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ ان کی تعلیم ناقص ہے۔ انسان ان پر عمل در آمد نہیں کرسکتا۔ بہرحال پھر آپؓ نے لکھا کہ اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام نے یہ بتائی ہے کہ اس میں محبت کرنے والے کو بالکل صاف جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاف جواب نہیں دیتا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس امتحان کے بعد ایک امتحان میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنے والے کے دل میں ہر ایک چیز کو جلا

رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے بپا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اَور بھی چمک اُٹھتی ہے اور اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اَور بھی قریب ہو جاؤں اور اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے سبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میرے سبب سے ہے اور درحقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اس کی محبت کے دریا میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ میں محبت الٰہی کے لفظ پر جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر ایک خاص لذت اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہم کو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کے لیے ایک مرہم کا کام دیتی ہے اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالب حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے ان کی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن وجہ سمجھی جاتی اور اس کو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کرسکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانے کے سوا اور کیا کر سکتے۔ خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے۔ جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے مَیں محبت کرتا ہوں ایک ذرّے ذرّے کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنے والے کو بدلہ دے تو اس وقت وہ اپنے دل میں اس محبت کی وجہ سے خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔یعنی انسان خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 2 تا 4)

حضرت مصلح موعودؓ نے 28/ دسمبر 1908ء کے جلسہ میں اس موضوع پر ایک بڑا پُرمغز خطاب فرمایا کہ ’’ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں‘‘۔ یہ خیالات ایک انیس سالہ نوجوان کے ہیں۔حضور نے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ...وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہاں تک یہ آیت ہے۔سورہ توبہ کی 112-111 آیت۔ دونوں آیات وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تک تلاوت کیں اور اس کے بعد فرمایا: ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہے۔مرنا ہر ایک انسان کے لیے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ جب اس چند روزہ زندگی کے لیے انسان اس قدر کوشش کرتا ہے اور تدبیریں کام میں لاتا ہے تو کیا اس لامحدود زندگی کے لیے کوئی ضرورت نہیں؟ یعنی اگلے جہان کی زندگی جو لامحدود ہے اس کے لیے کوئی ضرورت نہیں اور کیا ہمیں اس کے لیے کچھ بھی تیاری نہیں کرنی چاہیے۔ بڑا اہم سوال ہے۔قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ وضاحت کرتے ہیں کہ انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رساں ہو۔

پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی تجارت نہ کرے جس میں لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا نہیں بلکہ غیر محدود نفع ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کر دیں۔لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کر سکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اَور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہو جائیں ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کر دیں۔حضورؓ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کے لیے بعض شرائط بھی ہیں۔نمبر ایک یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے عبادت کی طرف توجہ کرے۔نمبر تین یہ کہ حمد وشکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔ اِن امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کامگار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 6-7)

پھر خلافت کے بعد دوسرے سال 1916ء کے جلسہ میں آپؓ نے ’’ذکر الٰہی‘‘ کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے نہایت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں ذکر الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کرتے ہوئے ’’ذکر الٰہی سے مراد کیا ہے؟ اس کی ضرورت اس کی قسمیں اور فوائد‘‘ پر روشنی ڈالی۔ آپؓ نے اسی مضمون میں موجودہ دور کے صوفیاء وغیرہ کے ذکر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اُن کا اندازِ ذکر اُن کو رسموں میں مبتلا اور خدا کے قرب سے دور کر رہا ہے۔ آپؓ نے وضاحت فرمائی کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ذکر نماز ہے۔ دوسرا قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان کرنا ہے اور ان کی تکرار اور اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا۔ چوتھا خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی اور تنہائی میں بیان کرنا، غور کرنا اور لوگوں میں بھی اس کا اظہار کرنا۔ اسی تسلسل میں آپؓ نے ذکر الٰہی کو مقبول بنانے کے لیے ذرائع اور ذکر الٰہی کے خاص اوقات بھی بیان فرمائے کہ کیا کیا اوقات ہیں۔کیا ذریعے ہیں۔ اسی خطاب میں آپؓ نے مقام محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نماز تہجد میں باقاعدگی کی تاکید بھی فرمائی اور اس کے التزام و اہتمام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتلائے کہ کس طرح ہم باقاعدگی سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے آپؓ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بائیس طریق بیان فرمائے اس جگہ اور آخر میں حضورؓ نے ذکر الٰہی کے بارہ عظیم الشان فوائد بھی بیان فرمائے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 3 صفحہ 15-16)

اس تقریر کے دوران ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہوئی کہ دورانِ تقریر ایک غیر احمدی صوفی صاحب جو جلسہ میں آئے ہوئے تھے، وہاں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کو رقعہ بھیجا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ جو نکات آپ بیان کر رہے ہیں اس قسم کا تو ایک نکتہ جو ہے صوفیائے کرام دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے کہ جو انسان دس سال اُن کی خدمت کرتا تھا، ان کے ساتھ رہتا تھا تو پھر ایک نکتہ بتاتے تھے۔ آپؓ نے ایک وقت میں ہی سارے نکتے بیان کر دیے۔ آپؓ نے ایک مجلس میں سارے رازوں سے پردہ اٹھا دیا۔ یہ کیا غضب کر دیا آپ نے؟

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 195)

’’ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے۔‘‘ پٹیالہ میں آپؓ نے یہ خطاب فرمایا جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ 9/ اکتوبر 1917ء کو پٹیالہ میں یہ تقریر آپؓ نے فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام اور قرآن کریم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کو صفت ربوبیت کے حوالے سے ثابت کیا۔حضورؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ہستی کا ثبوت ہیں۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرنے سے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا اور رحیم و کریم ہستی موجود ہے۔حضور نے فرمایا کہ سورت فاتحہ جو امّ القرآن ہے اس میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو تمام صفات کا خلاصہ ہیں اور جن پر غور کرنے سے انسان ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے بچ سکتا ہے۔مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ ہر چیز اس کی ربوبیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔تو خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس خدا نے جسم کی ربوبیت اور ترقی کے لیے اعلیٰ درجہ کے سامان کیے ہیں اس نے روح کی زندگی کے لیے بھی ضرور سامان کیے ہوں گے جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ۔(فاطر: 25) ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں جو انسانوں کی تربیت اور روحانی ربوبیت اور ترقی کا سامان کرتے رہے۔

آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہیں دنیا کی تمام اقوام اور زمانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ چونکہ آپؐ کے ذریعہ شریعت کی تکمیل کر دی گئی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرے بعد خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر کے ایسے خدا کے بندے آتے رہیں

گے جو لوگوں کو اس شریعت کے مطالب سے آگاہ کر کے انہیں خدا سے ملاتے رہیں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے صفت ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحب کو بھیجا جنہوں نے خدا سے ہمکلام ہونے اور اصلاحِ خلق کرنے کا دعویٰ فرمایا اور خدا کی فعلی تائید آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں ظاہر ہوئی اور زندہ نشانات نے آپؑ کے دعویٰ کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ آخر میں حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کا ثبوت مل رہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہم آج بھی انہی انعامات اور فوائد کو حاصل کر سکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوئے تھے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 4-5)

پھر آپؓ کا ایک لیکچر اسلام میں اختلافات کے آغاز پر ہے جو 1919ء میں آپؓ نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی (Martin Historical Society) کے ایک اجلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں فرمایا۔ تقریباً سوصفحہ کا یہ کُل مکمل لیکچر ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ 26/فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے ایک غیر معمولی اجلاس میں آپؓ نے یہ پیش فرمایا۔ سید عبد القادر صاحب پروفیسر تاریخ کی صدارت میں یہ منعقد ہوا۔ اس وقت یہ عبد القادر صاحب تاریخ کے بڑے پروفیسر تھے۔ احمدی نہیں تھے۔ ان کی صدارت میں یہ ہوا۔ اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے اور اس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے اور اسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے اور اس کے دوستوں کے لیے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانے کی تاریخ کی دلدل سے صحیح وسلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ چنانچہ حضور نے جو تقریر فرمائی اس میں گراں قدر نصائح تھیں، تحقیق تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ حضورؓ نے اپنے اس مقالہ میں حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات، حضرت عثمانؓ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں مرتبہ جو تھا وہ کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا مرتبہ۔ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا۔ صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے اس پر بحث کرتے ہوئے فتنہ کی وجوہ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کے شروع ہونے والے اسباب وعوامل بیان فرمائے۔ فتنہ کے بانی مبانی عبد اللہ بن سبا کے حالات اور اس زمانے میں کوفہ، بصرہ، شام اور وہاں کے مسلمانوں کے عمومی مزاج پر روشنی ڈالی۔ حضرت عثمانؓ پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسے امراء مقرر کر دیے تھے جو اس فتنے کا باعث بن رہے تھے۔ حضورؓ اس کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غرض جو لوگ تحقیق کے لیے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش حاصل نہیں۔ فرمایا کہ پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے تھے متفقہ فیصلہ کر دینا کہ ملک میں بالکل امن وامان ہے۔ ظلم وتعدی کا نام ونشان نہیں۔ حکام عدل وانصاف سے کام لے رہے ہیں، ایک فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت اور عبد اللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا ورنہ حضرت عثمانؓ اور ان کے نواب یعنی ان کے جو عامل مقرر کیے گئے تھے، گورنر تھے، وہ ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔ حضرت عثمانؓ اپنی طبیعت کے مطابق نرمی اور رحمدلی کی طرف مائل رہے۔ مفسدوں کی شرارت اور فتنہ پردازی پر یہی کہتے رہے کہ میں مسلمانوں کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ کبار صحابہ اور حضرت معاویہ نے اس سلسلہ میں قیام امن کے لیے بعض تجاویز پیش کیں مگر حضرت عثمانؓ رحمدلی کے طریق پر ہی قائم رہے بلکہ معترضین کے منہ بند کرنے کے لیے ان کے مطالبات بھی جائز حد تک مان لیتے رہے۔ اختلاف روایات اور تاریخی حالات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ایک نہایت ضروری اور لازمی امر بیان کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں کہ اس زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس زمانے کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو اور یہ بات تاریخ کے لیے نہایت مضر ہوتی ہے کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو تو روایت کبھی بعینہ نہیں پہنچ سکتی۔ تاریخ کی تصحیح کا یہ زرّیں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحیح صحت معلوم کرنے کے لیے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ حضورؓ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا اور یہ کہ صحابہ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام بھی بالکل غلط ہے۔ انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 11 تا 13)

اس پر بعضوں نے، غیروں نے بھی تاثرات دیے۔ ’’اس کی پہلی اشاعت پر سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے تمہید تحریر فرمائی تھی جس میں لکھا تھا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُد بُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہو گا۔‘‘

(نوٹ از ناشر (فضل محمود جاوید قادیان) اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ 2 مطبوعہ ستمبر 1937ء)

پھر آپؓ کی ایک تقریر ’’تقدیر الٰہی‘‘ پر ہے جو جلسہ سالانہ پر آپؓ نے مسجد نور قادیان میں کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ 1919ء کے جلسہ سالانہ کے موقع کی بات ہے۔ یہ تقدیر الٰہی کا جو مسئلہ ہے یہ نہایت مشکل اور دقیق مسئلہ ہے اس پر آپؓ نے بڑا عارفانہ خطاب فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے عاجزانہ طور پر کہا کہ اے خدا! اگر اس مضمون کا سنانا مناسب نہیں تو میرے دل میں ڈال دے کہ اسے نہ سناؤں لیکن مجھے یہی تحریک ہوئی کہ سناؤں۔ گو وہ مضمون مشکل ہے اور اس کے سمجھنے کے لیے بہت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے لیکن آپ لوگ اسے سمجھ لیں گے تو بہت بڑا فائدہ اٹھائیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کے مختلف حوالے بیان کرتے ہوئے اس کے بارے میں یوں فرمایا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اس موضوع پر ایک ایسے جلسہ عام سے خطاب فرمانا جہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، ذہین اور بلید ہر قسم کے لوگ جمع تھے یقیناً کوئی معمولی کام نہ تھا۔ آپؓ نے جس عمدگی سے اس مضمون کو ادا کیا بلاشبہ وہ آپ ہی کا حق تھا۔ خلیفہ رابعؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقریر کیا تھی! علم کلام کا ایک شاہکار تھا۔ مسئلۂ قضاو قدر کی اہمیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کرنے کے بعد آپؓ نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا کہ مسئلۂ تقدیر پر ایمان اور وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا لازم وملزوم ہے۔ اس کے بعد آپؓ نے قضاو قدر کے متنازع فیہ نظریات پر بحث فرما کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات میں تطبیق فرمائی اور اس کے بعد مسئلۂ تقدیر کے نہ سمجھنے کے نتیجہ میں انسان کو جو بڑی بڑی ٹھوکریں لگی ہیں ان کا ذکر فرمایا۔ پھر وحدت الوجود کے عقیدہ کی غلطیاں ظاہر کرتے ہوئے چھ قرآنی آیات سے نہایت لطیف اور ٹھوس دلائل پیش کر کے اس عقیدے کا ردّ فرمایا۔ بعد ازاں اس کی دوسری انتہا کو بھی غلط ثابت فرمایا اور اس خیال کی بدلائل تردید کی کہ خدا گویا کچھ نہیں کر سکتا اور جو کچھ بھی ہے وہ تدبیر ہی ہے۔ علمِ الٰہی اور تقدیرِ الٰہی کو خلط ملط کرنے کے نتیجہ میں انسانی فکر نے جو ٹھوکریں کھائی ہیں اس کا نہایت عمدہ تجزیہ کر کے اس مسئلہ کو خوب نکھارا ہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: یہ تقریر تقدیر الٰہی کے مسئلہ پر ہر پہلو سے بحث کرتی ہے اور مختلف قدیم وجدید اعتراضات کے جوابات بھی اس میں دیے گئے ہیں۔ تقدیر کے ذکر میں آپؓ نے سات روحانی مقامات کا ذکر بھی فرمایا ہے جو تقدیر الٰہی کے مسئلہ کو صحیح معنوں میں سمجھ کر اس کے تقاضے پورے کرنے کے نتیجہ میں انسان کو مل سکتے ہیں۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 20-21)

تو بہر حال یہ پڑھنے والی ہے۔ تقدیر الٰہی کے بارے میں لوگ سوال کرتے رہتے ہیں، ان کو یہ پڑھنی چاہیے۔

پھر مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ایک موقع پر آپؓ نے نصائح فرمائیں۔ ’’معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ‘‘ کے عنوان سے الٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی تھی اس میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ عظیم اول کے بعد فاتح اتحادی ممالک نے دولتِ عثمانیہ سے صلح کی جو شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے گئے تھے۔ اس کی بحری و بری و ہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں اور اس پر بعض اَور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔ ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کے لیے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کے لیے یکم اور 2؍جون 1920ء کو الہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔ جمعیت علمائے ہندوستان کے مشہور لیڈر جناب مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے 30؍مئی 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دعوت دی۔ چنانچہ حضور نے ’معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ‘ کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ بھجوایا۔ حضورؓ نے اپنے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ کی شرائط کے نقائص کی نشاندہی فرما کر اس کے بداثرات سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش فرمائیں۔ حضور نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ جو تجاویز ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی پیش کی جا رہی ہیں یہ ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ حضورؓ نے اپنی طرف سے یہ تجویز فرمائی کہ مسلمان متفق اللسان ہو کر یعنی ایک زبان ہو کر اتحادی حکومتوں پر یہ واضح کر دیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدے میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں (Capitalist) کے مفادات کو مدنظر رکھا گیا ہے لہٰذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ اس مضمون میں حضورؓ نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور بہبود کے لیے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ یعنی مؤتمر عالم اسلامی قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 10)

آج جو کہتے ہیں یہ جو بنائی ہے کہ مسلمان اکٹھے ہوں وہ بھی فیصلہ نہیں کر سک رہی۔ لیکن یہ تجویز بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دی تھی۔ اس مضمون میں جو حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے آج بھی عمومی طور پر بعض مغربی طاقتوں کا مسلمانوں کی حکومتوں کے ساتھ یہی رویہ اور سلوک نظر آتا ہے۔ اس وقت جب یہ انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولتیں بھی نہیں تھیں یہ غیر معمولی تجزیہ جو آپؓ نے کیا تھا اور پھر جو مشورے دیے تھے وہ آپؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کی نشاندہی کرتا ہے اور دنیا کا علم جو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا کیا اور آپؓ کی ذہانت جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔

پھر آپؓ کی ایک تقریر ’’ملائکۃ اللہ‘‘ پہ ہے جو 28؍دسمبر 1920ء کی ہے۔ دو دن بیت النور میں یہ تقریر ارشاد فرمائی۔ ’’ملائکۃ اللہ کا یہ مضمون اسلام کے بنیادی اصول اور ایمانیات میں داخل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ مضمون نہایت باریک و دقیق ہے حضورؓ نے اسے نہایت آسان اور بصیرت افروز انداز میں پیش فرمایا ہے۔ حضورؓ نے قرآن کریم کی رو سے ملائکہ کی حقیقت و ضرورت، ان کی اقسام، ان کے فرائض و خدمات کے علاوہ فرشتوں کے وجود پر دلائل اور ان سے متعلق شبہات و اعتراضات کے مفصل و مدلّل جوابات دیے ہیں۔ مضمون کے آخر پر حضورؓ نے فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے آٹھ ذرائع بیان فرمائے ہیں۔‘‘

(تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 15)

یعنی نمبر ایک جس انسان پر جبرئیل نازل ہوا اس کے پاس بیٹھنے سے۔ نیک لوگوں اور انبیاء کے ساتھ صحبت صالحین سے، انبیاء کی صحبت سے۔ نمبر دو یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے اور نمبر تین یہ کہ انسان کے قلب میں یہ تحریک ہو کہ عفو اور درگذر کو قائم کرے اور بدظنی کو ترک کرے۔ نمبر چار یہ کہ انسان تسبیح اور تحمید کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ غور سے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔ چھ یہ کہ جو کتابیں ایک ایسے شخص کی لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کو پڑھنے سے۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں جو پڑھنی چاہئیں۔ نمبر سات یہ کہ جس مقام پر ملائکہ کا خاص نزول ہوا ہو انسان وہاں جائے۔ بعض شعائر اللہ ہیں، ایسے مقامات ہیں وہاں جانا چاہیے۔ اور نمبر آٹھ یہ کہ خلیفہ کے ساتھ تعلق ہو۔ یہ ساری باتیں آپؓ نے اس میں بیان فرمائیں۔

(ماخوذ از ملائکۃ اللہ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 556 تا 561)

پھر ’’ضرورت مذہب‘‘ یہ بھی آپ کا ایک لیکچر ہے جو آپؓ نے 5؍مارچ 1921ء کو لاہور میں کالج کے بعض طلباء کے سوالوں کے جوابات میں دیا۔ اس کی خلاصۃً تفصیل اس طرح ہے کہ 4؍مارچ 1921ء کو ایک مقدمے میں شہادت کی غرض سے حضرت مصلح موعودؓ لاہور تشریف لے گئے اور 4؍ سے 7؍مارچ تک وہاں مقیم رہے۔ 5؍مارچ کو کالج کے بعض طلباء نے حضور سے ملاقات کے دوران مندرجہ ذیل تین سوالات پوچھے۔ اول یہ کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس سے کوئی فائدہ ہے؟ ہاں لوگ اگر اس کو بعض ظاہری فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کر لیں تو برا نہیں تو اس پر روشنی ڈالیں۔ دوسری یہ کہ دیگر مذاہب میں بھی بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو پیشگوئیاں کرتے ہیں پھر اسلام کی یہ خصوصیت نہ رہی کہ اس کی کوئی پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں۔ سوم یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ کا پھیلنا ان کی صداقت کا ثبوت نہیں کیونکہ روس میں لینن کو بھی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ حضور نے ان تینوں سوالوں کے نہایت آسان پیرائے میں مدلل جواب ارشاد فرمائے۔ ’’ضرورتِ مذہب‘‘ کے نام سے یہ چھپی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ مذہب کی ضرورت کا سوال خدا کی ہستی سے وابستہ ہے۔ اگر خدا ہے تو مذہب کی بھی ضرورت ہے اور خدا کی ہستی کا ثبوت اس کا اپنے بندوں سے کلام کرنا ہے اور اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں حضور نے بتایا کہ انبیاء اور دیگر لوگوں کی پیشگوئیوں میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے علم کی بنا پر پیشگوئیاں کرتے ہیں اور وہ قیاس کا رنگ رکھتی ہیں جبکہ انبیاء کی پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ مخالف حالات میں ہوتی ہے۔ ان کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں شوکت اور حاکمانہ اقتدار ہوتا ہے۔ اور تیسرے سوال کے جواب میں حضورؓ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے اس ترقی کے بارے میں حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ پہلے سے موجود ہے اور اس کے مطابق ہی ترقی ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہو گا کہ دوسروں کی ترقی بھی ہو رہی ہے اور حضرت مرزا صاحب کی ترقی ان کی صداقت کی علامت نہیں۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 1-2)

بہرحال یہ ایک لمبا تفصیلی مضمون ہے۔

پھر ہستی باری تعالیٰ پر 1921ء میں آپؓ نے ایک تقریر فرمائی۔ یہ بھی 190 صفحات کی بہت لمبی تقریر ہے اور خلاصہ اس طرح ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر حقائق و معارف سے پُر، بصیرت افروز انداز میں ایک عالمانہ اور جامع تقریر 1921ء میں فرمائی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ کے آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب ارشاد فرمائے۔ خدا تعالیٰ کی صفات سے خدا کی ہستی کا ثبوت فراہم فرمایا اور صفات الٰہیہ کی اقسام بھی بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اہل یورپ کے خیالات، زرتشتیوں کے خیالات، ہندوؤں کے خیالات اور آریوں کے تصورات کے بالمقابل اسلام کی خدا تعالیٰ سے متعلق تعلیمات تفصیل سے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضورؓ نے اپنی اس تقریر میں شرک کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے ان کا ردّ بیان فرمایا اور رؤیتِ الٰہی، رؤیت کے مدارج و درجات، اس کے فوائد اور اس رؤیت کے حصول کے طریق و ذرائع بھی بیان فرمائے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 6)

پھر آپؓ نے ایک تصنیف 1921ء میں ’’تحفہ شہزادہ ویلز‘‘ کے نام سے فرمائی۔ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے موقع پر ان کو پیش کی گئی۔ اس کا خلاصۃً (مضمون) یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے ولی عہد شہزادہ ویلز دسمبر 1921ء میں ہندوستان کے دورے پر آئے۔ یہ وہی شہزادے ہیں جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم کہلائے اور 1936ء میں چرچ آف انگلینڈ سے اختلاف کر کے تخت سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی ہندوستان آمد کے وقت ’’تحفہ شہزادہ ویلز‘‘ کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور حضور کی تجویز کے مطابق

جماعت احمدیہ کے بتیس ہزار دو سو آٹھ ممبروں نے ایک آنہ فی کس جمع کر کے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے لاہور میں 27/ فروری 1922ء کو گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایڈریس کے ساتھ یہ کتاب اسلام کے بے نظیر تحفہ کی صورت میں پیش کی۔حضرت مصلح موعودؓ نے اس مختصر عالمانہ تصنیف میں حکومت وقت سے وفاداری کے اظہار کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالات اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم، تاریخ اور اس کے قیام کی غرض بیان فرمائی۔ آخر میں سنتِ رسول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک اسلام کا پیغام نہایت مؤثر رنگ میں پہنچا کر اسے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔شہزادہ ویلز نے حضورؓ کی طرف سے پیش کیے گئے اس تحفے کو قبول کیا اور اپنے چیف سیکرٹری کے ذریعہ اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 7)

اس بارے میں تاثرات یہ ہیں کہ شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے، 1936ء میں انگلینڈ چرچ سے جیسا کہ میں نے بتایا اختلاف کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہو گئے اور انہوں نے اس تحفے کو بڑی قدر کی نگاہ سے اور احترام سے دیکھا اور نہ صرف اپنے چیف سیکرٹری کے توسط سے اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ مارچ 1922ء کو لاہور سے جموں تک کے سفر میں اسے مکمل طور پر مطالعہ کیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور جیسا کہ بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ کتاب پڑھتے پڑھتے بعض مقامات پر ان کا چہرہ گلاب کی طرح شگفتہ ہو جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے ایڈیکانگ نے یہ بھی بتایا کہ وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یکدم کھڑے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے صراحتاً عیسائیت سے بیزاری کا اظہار کیا۔

اخبار ’’ذوالفقار‘‘ نے 24/ اپریل 1922ء میں اس کتاب پر ریویو کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم خلیفہ ثانی کے سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔...تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ اس واسطے اس تحفے کو دیکھ کر ہم عش عش کر اُٹھے۔ اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ دعوتِ اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقے کا کوئی فرد یا موجودہ زمانے کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفے پر کوئی حملہ کرے۔ ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو۔ ہاں بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر سے حالات لکھے ہیں لیکن وہ واقعات امن پسندی اور حکومت کی وفاداری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بدامن اور شورش پسند فرقے کو کبھی خدا دوست نہیں رکھتا اور تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اسی طرح پنجاب کے ایک نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 18/ اپریل 1922ء کی اشاعت میں لکھا کہ ’’یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔...قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہو سکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 294)

بیرونی دنیا پر بھی اس کتاب نے گہرا اثر ڈالا مغربی ممالک میں تو اس نے تبلیغ اسلام کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ویانا جو آسٹریا کا کیپیٹل (Capital) ہے وہاں کے ایک پروفیسر نے جو تین زبانوں کا ماہر تھا، اسے پڑھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور افسوس کیا کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے ورنہ دنیا بھر میں اس کی اشاعت کرتا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکہ سے لکھا کہ اس کتاب نے امریکہ کو بہت متاثر کیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا امریکہ کے علمی تقاضوں کے مطابق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مغربی ممالک کے علاوہ افریقہ میں بھی اس کا اثر ہوا۔ چنانچہ نیروبی کے اخبار ’’لیڈر‘‘ نے لکھا کہ گو میں عیسائی نہیں مگر عیسائیوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور ان کے لٹریچر کو خوب سمجھتا ہوں لیکن جو کچھ مجھے اس کتاب سے حاصل ہوا ہے اور جو میں نے حظ اٹھایا ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اس کتاب کا لکھنے والا گو مسلمان ہے لیکن شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سالہا سال تک رہا ہے اور ان کے لٹریچر کو اس نے غور سے پڑھا ہے ورنہ یہ بہت مشکل ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسی پتے کی باتیں اس دھڑلے سے سنائے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو مذہبی بنیاد پر لکھی گئی ہو اور تعصّب سے مبرا رہی ہو۔ اس شان کی یہ پہلی کتاب ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 292 تا 294)

اسی طرح ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘۔ یہ 1924ء کی آپ کی ایک تقریر ہے جو ویمبلے کانفرنس میں تھی۔ اس کتاب کا خلاصہ پڑھا گیا تھا۔ کتاب تو بہت موٹی ہے۔ 250 صفحات کی ہے۔ 1924ء میں یہ ویمبلے کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور دنیا کے تمام مذاہب کے چوٹی کے علماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے بارے میں لیکچر دیں۔ اس میں حضرت مصلح موعودؓ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کانفرنس کے لیے ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘ کے نام سے 24/ مئی تا 6/ جون دو ہفتے سے بھی کم عرصہ میں ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی۔ پھر اس کا خلاصہ حضرت مصلح موعودؓ کی موجودگی میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ یہ لیکچر ایسا منفرد اور اچھوتا تھا کہ عیسائیت کے بڑے بڑے لیڈر بھی بے اختیار بول اٹھے کہ بلاشبہ اس مضمون میں جو خیالات بیان کیے گئے ہیں وہ تربیت اور دلائل اور اپنی خوبی و حسن کے لحاظ سے اچھوتے اور منفرد ہیں۔ چنانچہ اس لیکچر کے ذریعہ خدا نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام دنیائے مذاہب کے بڑے بڑے لیڈروں کو اس طرح پہنچانے کا موقع دیا کہ وہ بھی اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کتاب میں حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام کی حسین تعلیم کی مختلف جہات پر نہایت شاندار انداز میں روشنی ڈالی۔ سب سے پہلے آپ نے سورت صافات کی آیات سے یہ ثابت کیا کہ یہ جو مذہبی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد کی خبر آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید نے دے دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا کہ احمدیت اور حقیقی اسلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ اس کے بعد آپ نے مذہب کے چار مقاصد بیان کیے۔ اس ذیل میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے بارے میں اسلام کا جو تصور ہے اسے کھول کر بیان کیا۔ واضح کیا کہ اسلام انسان سے اپنے خدا کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھنے کی امید کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس شبہ کا ازالہ بھی کیا کہ اسلام اس طرح کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب سے کام ہی نہ لیا جاوے بلکہ سب کام خدا پر چھوڑ دیے جائیں یعنی ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ الزام مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے کہ اسلام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں ہے بلکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اسباب سے بھرپور کام لیا جائے۔ جو ذرائع ہیں ان کو استعمال کیا جائے پھر خدا پر توکّل کیا جاوے۔ توکّل ہرگز ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے۔ توکّل کرنا تو ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے بلکہ اس امر پر یقین کا نام ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ خدا ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ اس وقت صرف اسلام ہی ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جو بھی اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق عمل کرتے ہوئے خدا سے وصال کی تڑپ رکھے خدا ضرور اسے مل جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ صرف اسلام ہی کرتا ہے کہ اس کی تعلیم پر چل کر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو کہ صفات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں اور جو پہلے خود اپنی ذات پر صفاتِ الٰہیہ کا پرتو ڈالتے اور پھر دوسروں کو اس کا نشان دکھاتے ہیں اور ہستی باری کا کامل عرفان بخشتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لیے کہ لوگ اس کے وجود کو پہچانیں اور شک و شبہ کی زندگی سے پاک ہوں حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا تھا۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اخلاق کی مختلف جہات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم ہی سب سے کامل ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ پھر آپؓ نے اخلاقِ حسنہ کے اصول اور اخلاقِ سیئہ سے بچنے کے ذرائع کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اخلاق کی درستگی کے بارے میں اسلام کی جو تعلیم ہے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تمدن کے بارے میں اسلام کی تعلیم بیان کی ہے اور نہایت لطیف پیرائے میں اخلاق اور تمدن کے فرق کو واضح کیا ہے۔ پھر انسان کے معاشرے میں مختلف لوگوں سے جو تعلقات ہیں وہ کن خطوط پر استوار ہونے چاہئیں، اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر شہریت کے اصول بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حکومت اور رعایا کے فرائض اور حقوق تفصیل سے بیان کیے اور پھر اس مضمون کو مزید وسیع کرتے ہوئے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ حکومتوں کے آپس کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں

اور مختلف ملکوں میں تنازعات کے حل کے لیے آپ نے قرآن کریم کے زریں اصول بیان کیے ہیں۔ اور بتایا کہ اگر لیگ آف نیشنز (League of Nations) کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی جائے گی تو وہ کامیاب ہو گی اور وہ نہیں رکھی گئی لہٰذا ناکام بھی ہوئی اور اب یو این او (UNO) بھی اگر اس نہج پر نہیں چلے گی تو وہ بھی ناکام ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ بہرحال کتاب کے آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے حالات مابعد الموت کے بارے میں روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اگلے جہان میں جو ثواب وعذاب ملیں گے ان کی حقیقت کیا ہو گی۔ اس کتاب میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ آپ نے ان تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی مثالیں بھی دی ہیں اور انہوں نے کس طرح اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا ان پر کس قدر اثر ہوا کہ ان میں سے بعض نے اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے تمام دنیا میں بسنے والوں کو قبول احمدیت کی دعوت دیتے ہوئے خوشخبری دی ہے کہ ان مصائب کے دُور ہونے کا وقت آ گیا ہے اور اگر اس دَور کے فرستادے کے ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں گے تو وہ دین و دنیا کی فلاح پائیں گے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 8 صفحہ 6 تا 9)

مضمون کے خاتمہ پر جو پریذیڈنٹ تھے انہوں نے مختلف الفاظ میں ریمارکس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبان حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔

ایک صاحب حضرت صاحب کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ایک اور صاحب آئے جنہوں نے عرض کیا کہ میں اس مضمون کے سننے کے لیے فرانس سے آیا ہوں۔ میں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اسلام پر بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ اب جبکہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے تو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالا تر مذہب ہے۔ جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے۔ اور بھی بہت سارے ریمارکس ہیں۔ پھر مسز شارپلز کہ وہ بھی اس کانفرنس کی سیکرٹری ہیں، اس نے چودھری صاحب سے کہا کہ میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ لوگ آپ کے بڑے مشکور ہیں۔ پھر اسی عورت نے کہا کہ لوگ، عورتیں اور مرد، میرے پاس آتے ہیں اور اس کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ ایک جرمن شخص جو یہاں پروفیسر ہیں انہوں نے جلسہ سے واپسی کے وقت سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضرت صاحب کے حضور مبارکباد عرض کی اور کہا کہ میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بعض اپنی زانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ

Rare ideas. One can not hear such ideas everyday.

یہ نہایت نادر خیالات ہیں۔ ایسے خیالات ہر روز سننے میں نہیں آتے۔ وہی جرمن پروفیسر روایت کرتے ہیں کہ بعض جگہ لوگ بے اختیار بول اٹھتے تھے کہ

What a beautiful and true principle.

کیا ہی خوبصورت اور سچے اصول ہیں۔ اور خود یہ جرمن پروفیسر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتا تھا کہ یہ موقع احمدیوں کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ (turning point) ہے یعنی ترقی کا مقام ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ اگر آپ لوگ ہزاروں پاؤنڈ بھی خرچ کر دیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہ ہوتی جیسی کہ اس ایک لیکچر کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ بہائی مذہب کی ایک عورت نے لیکچر سنا اور پھر ہمارے ساتھ ساتھ مکان کے قریب تک چلی آئی۔ وہ کہتی تھی کہ میں بہائی خیالات رکھتی تھی مگر اب آج کا لیکچر سن کر میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے زیادہ تر لیکچر سنوں۔ مجھے اگر مہربانی سے بتائیں کہ کب اور کہاں کہاں لیکچر ہوں گے تو میں ضرور آؤں گی۔ ایک عورت نے پیچھے پڑ کے حضور کو اپنے گھر چائے پہ آنے کی دعوت بھی دی۔ ایک صاحب نے یہ بھی کہا کہ ایسا پیارا مضمون تھا کہ حب الوطنی سے بھی زیادہ پیارا تھا۔

(ماخوذ از الفضل 23 اکتوبر 1924ء صفحہ 4-5)

تو بہرحال یہ چند جھلکیاں میں نے 18 سال کی عمر سے 35 سال کی عمر تک کے علم وعرفان کے موتیوں کی دکھائی ہیں۔ شروع جوانی ہے اور پھر جوانی ہے اور جوانی کی عمر کی یہ باتیں اس شخص کی ہیں جس کی جیسا کہ میں نے کہا کوئی دنیاوی تعلیم نہیں تھی لیکن علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا تھا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی صداقت کا بھی ایک نشان ہے۔ اس سترہ سال کے عرصہ میں جو میں نے بیان کیا ہے، جو باتیں بیان کی ہیں وہ صرف سترہ سال کے عرصہ کی ہیں۔ کچھ آپ کی خلافت سے پہلے کی کچھ خلافت کے بعد کی اور اس سترہ سال کے عرصہ میں جو کچھ بھی آپ نے بیان فرمایا ہے اس کا بھی پچاسواں حصہ میں نے کہا تھا بلکہ سوواں حصہ کہنا چاہیے وہ بھی بیان نہیں کر سکا۔ خیال تھا کہ شاید کافی تعارف کتب ہو جائے گا۔ خطبات اور تفسیریں حضرت مصلح موعودؓ کی اس کے علاوہ ہیں جن میں علم ومعرفت کے نکات ہیں۔ علوم ومعرفت کی نہریں ان میں بہ رہی ہیں۔ پھر مختلف مجالس میں دنیا کی رہنمائی آپ نے کی ہے۔ بس اس خزانے کو بھی جو کافی حد تک چھپ چکا ہے جماعت کے افراد کو پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات بلند فرماتا رہے۔

پاکستان کے حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے لوگوں کو بھی امن اور چین اور سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور مخالفین کے حملوں اور مکروں کو اپنے فضل سے ملیامیٹ کر دے۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

سانحہ ارتحال

مکرم مجید احمد سیالکوٹی۔ برطانیہ سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

احباب جماعت کی خدمت میں افسوسناک اطلاع دی جاتی ہے کہ خاکسار کے بڑے بھائی مکرم نعمت علی صاحب 3/ مارچ 2021ء کو گلفورڈ ہسپتال میں دل اور گردوں کے عارضہ کی وجہ سے 81 سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے ملنسار تھے۔ چندوں میں باقاعدہ اور خلافت کے عاشق تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ بھائی مرحوم کے تین بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں جو سب صاحب اولاد اور جماعت کی خدمت میں کسی نہ کسی رنگ میں مصروف ہیں۔ الحمد للہ۔ بھائی کا دائرہ واقفیت وسیع تھا اس لئے ہمارے گاؤں سدھے چک سیالکوٹ میں تعزیت کرنے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے جس میں عزیز واقارب اور غیر از جماعت دوست آئے ہوئے ہیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ مکرم راجہ برہان احمد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ نے مورخہ 5/ مارچ 2021ء کو Eashing Cemetery, Godalming میں شام 3/ بجے پڑھائی اور بعد ازاں تدفین کے عمل کے بعد خاکسار نے دُعا کروائی۔

احباب جماعت سے مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

جنت کا دروازہ اور عطیات و صدقات

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی غیر معمولی توفیق اور ہمت بخشی۔ (بخاری)

پھر فرمایا۔

جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ''باب الصدقہ'' ہے جہاں سے صدقہ و خیرات کرنے والے داخل ہوں گے۔ (مسلم)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں‘‘۔ (اس کا اعتراف نہیں کرتے) ’’اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے‘‘۔ (جانور ہیں)۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 167 حاشیہ)

پس قرآن کریم کا جبر سے دین میں شامل نہ کرنے کا یہ اعلان معترضین کے اعتراض کے ردّ کے لئے کافی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کو غلط طریق پر بدنام کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ بہت سے پڑھے لکھے لوگوں حتیٰ کہ عیسائی پادری نے بھی یہ کہا کہ اسلام کی یہ پرامن تعلیم جو ہے اس کا بہت زیادہ پرچار کرو۔ اور جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کا پرچار کرو تو اس بات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ بات پوری ہو رہی ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں پر مطلع ہو جائیں گے۔ جب ان کو پتا لگتا ہے کہ اصل تعلیم کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں بھی آپ علیہ السلام نے توجہ دلائی کہ ’’دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو‘‘۔ دین کی خوبیوں کو پیش کرو اور وہ تبھی پیش ہوسکتی ہیں جب خود علم ہو۔ اپنے علم کو بڑھاؤ۔ اور دوسرا فرمایا ’’اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو‘‘۔ اپنے نیک نمونے قائم کرو تا کہ ہمیں دیکھ کے لوگ ہماری طرف آئیں۔ پس یہ ہر احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرنے کے لئے قرآن کریم کا علم حاصل کریں اور پھر اپنے نیک نمونے قائم کر کے دنیا کو اپنی طرف کھینچیں اور یہی علم اور عمل ہے جس سے اس زمانے میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آتے ہوئے قرآن کریم اور اسلام کی حفاظت کے کام میں حصہ دار بن سکتے ہیں اور دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ اگر دنیا میں حقیقی امن قائم کرنا ہے تو قرآن کریم کے ذریعہ ہی قائم ہوسکتا ہے۔

قرآن کریم نے ایک جگہ اسلام کو قبول نہ کرنے والوں کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ وَقَالُوۡۤا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰی مَعَكَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا (القصص:58) اور وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اس ہدایت کی جو تجھ پر اتری ہے اتباع کریں تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں۔ پس اسلام کی تعلیم پر اعتراض اس لئے نہیں ہے کہ ظلم اور جبر کی تعلیم ہے بلکہ قبول نہ کرنے والے اسلام کی تعلیم پر جو اعتراض کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر ہم تیری تعلیم پر عمل کریں جو امن والی تعلیم ہے جو سلامتی والی تعلیم ہے تو ارد گرد کی قومیں ہمیں تباہ کر دیں۔ پس اسلام کی تعلیم تو دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی تعلیم ہے۔ امن اور سلامتی قائم کرنے کی تعلیم ہے۔ امن اور محبت کا پیغام دینے کی تعلیم ہے۔ اگر بعض مسلمان گروہ عمل نہیں کرتے تو ان کی بدقسمتی ہے۔ قرآن بیشک اصل الفاظ میں ان کے پاس موجود ہے لیکن عمل نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی اور قرآن کریم کے احکامات کی جو حفاظت کرنی تھی یا کرنی چاہئے وہ یہ لوگ نہیں کر رہے۔ اس کی حفاظت تو مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت نے ہی کرنی ہے۔ دنیا کو ہم نے اپنے علم اور عمل سے بتانا ہے کہ دنیا کو اپنی سلامتی اور امن کا خطرہ اسلام سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے ہے جو اسلام کے خلاف ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اقتباس میں بھی فرمایا ہے جو میں نے پڑھا کہ یہ لوگ جو اسلام کو بدنام کرتے ہیں وہ جھوٹ اور بہتان سے کام لیتے ہیں۔ اور ان کا یہ جھوٹ اور بہتان اصل میں دنیا کی سلامتی کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے مفادات کے لئے، دنیا میں اپنی جغرافیائی اور سیاسی برتری حاصل کرنے کے لئے فساد برپا کئے ہوئے ہیں۔ مسلمان ممالک کے فساد میں بھی بعض بڑے ممالک کا حصہ ہے۔ اور اب تو مختلف مغربی میڈیا پر خود ان کے اپنے لوگ ہی کہنے لگ گئے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ شدت پسند تنظیمیں ہماری حکومتوں کی پیداوار ہیں جو ہم نے عراق کی جنگ کے بعد یا شام کے حالات کے بعد پیدا کی ہیں۔ اس بات سے میں مسلمانوں اور ان لوگوں کو جو اسلام کے نام پر مسلمان کہلاتے ہوئے شدت پسندی کا اور اسلام کی غلط تعلیم کے اظہار کا مظاہرہ کر رہے ہیں بری الذمہ نہیں کرتا لیکن اس آگ کو بھڑکانے میں بڑی طاقتوں کا بہرحال حصہ ہے۔ انصاف سے کام نہ لینے کی ایک بہت بڑی وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ کسی بڑی طاقت کی طرف سے ایک بیان آ گیا اور دنیا نے تسلیم کر لیا بلکہ ہر تجزیہ نگار کا میڈیا کے ذریعہ ہر جگہ پہنچنا یا اپنے خیالات پہنچانا اب آسان ہو گیا ہے۔ ابھی بھی ایک طرف تو شدت پسند لوگوں کو ختم کرنے کی باتیں ہوتی ہیں، ان پر بم گرائے جاتے ہیں اور دوسری طرف ان کو اسلحہ پہنچانے والوں اور غلط ذریعہ سے مال پہنچانے والوں یا مالی ٹرانزیکشن (Transaction) کرنے والوں کی طرف سے ان لوگوں نے باوجود علم ہونے کے کہ کس طرح یہ سب کچھ ہو رہا ہے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ پس دنیا کے امن اور سلامتی کو برباد کرنے والے صرف یہ مسلمان گروہ ہی نہیں ہیں جو اسلامی تعلیم کے خلاف چلتے ہوئے ظلم و فساد کر رہے ہیں بلکہ بڑی حکومتیں بھی ہیں جو اپنے مفادات کو اولیت دیتی ہیں اور دنیا کا امن ان کے نزدیک ضمنی اور ثانوی چیز ہے۔

(خطبہ جمعہ 11/ دسمبر 2015ء)

درخواست دعا

اخبار روزنامہ الفضل لندن آن لائن کو مختلف جہات سے قارئین کی طرف سے دُعاؤں کی درخواستیں ملتی رہتی ہیں۔ جو گاہے بگاہے شائع کر دی جاتی ہیں تا جو دوست یا خواتین بیمار ہیں وہ دنیا بھر کے احمدیوں کی دُعاؤں کے طفیل صحت پائیں۔ جو پریشان ہیں، مشکلات میں ہیں ان کی پریشانیاں اور مشکلات دور ہوں۔ جن کی اولاد نہیں یا اولاد نرینہ کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان کی گودیں نیک، صالح، صحت مند اولاد سے ہری کرے۔ جو امتحانات دے رہے ہیں وہ نمایاں کامیابی پائیں۔ آمین

قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن شہداء احمدیت کے پسماندگان کو اور اسیران راہ مولیٰ کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اسیران کے لئے آسانیاں مہیاء فرمائے اور اسلام احمدیت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح کو کامل صحت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے۔ اپنی حفاظت خاص میں رکھے اور روح القدس سے اپنی تائیدات سے نوازتا رہے اور ہم تمام احباب جماعت کو خلافت کی برکات و فیوض سے حصہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

(ادارہ)

15 مارچ 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:13	18:30
مدینہ منورہ	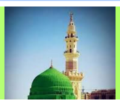	05:13	18:31
قادیان		05:18	18:36
ربوہ		04:58	18:16
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:47	18:08